ایک چہکتی ذہانت

ڈاکٹر معین نظامی ☆

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی اور ان کے محترم خانوادے سے ایک انسِ خاص تو تھا ہی، بلکہ ایک روحانی قرابت داری کہہ لیجیے۔ وہ یوں کہ ان کے اجداد کا تعلق طریقت چشتی نظامی سلسلے سے تھا اور ان کے اکابر بھی آستانۂ عالیہ سیال شریف ضلع سرگودھا سے ارادت وعقیدت رکھتے تھے۔ یہ وہی مرکزِ فیض ہے جہاں سے میرے خاندانی بزرگوں نے بھی اپنے ظرف اور نصیبے کے مطابق اکتسابِ عرفان کیا تھا۔

حضرت شاہ صاحب مرحوم کے جوہرِ خطابت، دین وملت سے ان کی غیر مشروط وابستگی اور عقیدۂ ختم نبوت کے باب میں ان کے قاطعانہ کردار کا شہرہ بھی بچپن سے سن رکھا تھا۔ ان کی شخصیت وکردار کے بارے میں کچھ محدود سے مطالعات کا موقع بھی ملا تھا مگر ان کے اسلاف کے حوالے سے میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ چند حضرات کے محض نام پڑھ یا سن رکھے تھے اور بس۔ یہاں تک کہ ۱۹۹۵ء کے اواخر میں ان کے ایک جواں سال نواسے کا غائبانہ تعارف ہوا۔ معلوم ہوا کہ ان صاحب کا نام ذوالکفل بخاری ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل نوجوان ہیں اور حسنِ اتفاق سے بہ یک وقت رعنائی و دل آرائی اور صالحیت واخلاص جیسی پرکشش اور متاثر کن صفات سے متصف ہیں۔ اب بالکل یاد نہیں آرہا کہ ابتدائی طور پر یہ غائبانہ تعارف کن احباب کے توسط سے ہوا البتہ یہ بات دل و دماغ میں نقش ہے کہ اس تعارف کی تصدیق وتوثیق عزیز دوست ڈاکٹر خان نے کی جو نہ صرف ذوالکفل کے ہم شہری تھے بلکہ ان کے قریبی ترین حلقۂ احباب میں بھی شامل تھے۔

خان نے غائبانہ تعارف کے اس نقشِ اول میں ایسے رنگ بھرے کہ مانتے ہی بنی۔ اگر وحید ذرہ بھر بھی مبالغہ آرائی اور بے جا دوست پرستی کے عادی ہوتے تو ان کے بیان پر شک کی کچھ گنجائش بھی تھی! وحید نے بتایا کہ ذوالکفل کی جو صفاتِ حسنہ آپ تک پہنچی ہیں، وہ بہت کم ہیں اور وہ بڑی جامع الصفات قسم کی چیز ہیں۔ دین کا علم بھی رکھتے ہیں اور شعر وادب میں بھی صاحب نظر ہیں۔ ذہانت میں بے مثال ہیں اور ذکاوتِ طبع میں لاثانی، متشرع ہیں۔ مگر ملائیت اور زہدِ خشک سے نفور، وجاہت و سعادت کے پیکر ہیں مگر نمود وریا سے دور۔ جملہ باز ہیں اور اس فنِ لطیف کے جملہ اسرار ورموز کے آشنا بھی۔ خوب صورت شعر بھی برمحل پڑھتے ہیں اور دل نشیں فقرہ کسنے کے آداب سے بھی واقف ہیں اور چوکتے نہیں۔ یاروں کے یار ہیں، لیکن اپنی حد سے باہر پاؤں نہیں دھرتے۔ مطالعے کا چسکا بھی ہے اور اہل مطالعہ سے میل جول رکھنا بھی پسند کرتے ہیں۔ بیدار ذہن اور درد مند دل کے مالک ہیں۔

میں وحید کے کہے ہوئے لفظ لفظ پر ایمان بالغیب لایا اور پھر بہت جلد، انہی کے وسیلے سے، ملتان میں ذوالکفل کو دیکھ

☆ صدر شعبہ فارسی اورینٹل کالج، پنجاب یونی ورسٹی لاہور

کر، مل کر، بات چیت کرکے یقین الیقین تک بھی پہنچ گیا۔ ذوالکفل اپنے تعارف سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ زندگی سے بھرپور اس کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں سے عجیب ملکوتی سا خلوص جھلکتا تھا اور جب وہ مزے سے کسی علمی یا ادبی موضوع پر بات چھیڑتا تھا تو میری سماعت سیر ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس کی بے لوث محبت اور بے تکلفانہ ملنساری نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا۔ وہ میری شاعری کے بارے میں حسنِ ظن کا اظہار کرکے میری حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ وہیں ایک تقریب میں اُس نے میری کتاب ''تجسیم'' کے بارے میں بہت عمدہ گفتگو بھی کی۔

بعد میں وحید الرحمٰن خان کے ذریعے سلام و پیام کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ اور مشترکہ دوستوں سے اُس کی خیر خبر بھی ملتی رہتی تھی۔ وہ جس شہر میں بھی جاتا تھا، وہاں کے دوستوں کو اہتمام سے ملنے کی کوشش کرتا تھا۔ سو اُس کی اِس وضع داری نے مجھے پانچ سات بار اس سے ملنے کے مواقع فراہم کیے۔ ۱۹۹۷ء میں اُس نے میری خصوصی درخواست پر میرے والدِ مرحوم کی ایک کتاب کے بارے میں سیر حاصل مضمون بھی لکھا، جس کی سطر سطر سے اُس کی جودتِ طبع اور شگفتگیٔ مزاج بھی جھلکتی ہے اور وسیع احاطۂ علمی کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

ذوالکفل سے پہلی ملاقات کی طرح، آخری ملاقات بھی ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان کی عنایت ہی سے ممکن ہوئی۔ پیر ۷/ ستمبر ۲۰۰۹ء کو جب وہ اورینٹل کالج لاہور میں صدرِ شعبۂ فارسی کے کمرے میں میرے پاس بیٹھا ہوا پوری آب و تاب سے شعر و ادب اور سیاست و سماج پر اظہارِ خیال کر رہا تھا تو میں تہِ دل سے محظوظ ہو رہا تھا اور وحید کا ممنون تھا کہ وہ اتنی مدت بعد ذوالکفل بخاری سے تجدیدِ ملاقات کا باعث بنا۔ دفتری جھمیلوں کے مشینی طرز کے ماحول میں مدت بعد اتنی تر و تازہ، زرخیز اور اخلاص و اندوہ سے لبریز گفتگو ہو رہی تھی۔

ذوالکفل نے بتایا کہ وہ مکہ مکرمہ سے چھٹیوں پر آیا ہوا ہے اور رمضان المبارک کے بعد واپس چلا جائے گا۔ دو مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ٹریفک کے حادثے میں اس کی شہادت کا غم آن دامن گیرِ دل ہوا۔ میں شہر سے باہر تھا اور وحید نے بڑی مشکل سے، کئی واسطوں سے، یہ وحشت انگیز خبر مجھ تک پہنچوائی۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ذہانت و فطانت، خلوص و محبت اور ایثار و وفا کا وہ چراغِ تاباں بجھ بھی سکتا ہے!

وہ پیوندِ خاک بھی ہوا تو کس مقدس شہر میں۔ اُس کی روح بھی تو حجازی تھی۔ سو اس نے خاکِ حجاز ہی کو پیراہنِ جاں کیا۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم دوست کی روح کو آسودگیٔ جاوداں عطا فرمائے اور اس کے پسماندگان پر لطف و کرم کی دائمی نظر رکھے۔ اُس کے پسماندگان میں بیسیوں وہ بھی ہیں جن سے اس کا خون کا رشتہ نہیں تھا۔ روح کا ربط و ضبط تھا۔ اس کی ناگہانی رحلت کی خبر اس کے چاہنے والوں کے لیے بہت اذیت ناک خبر تھی۔ لکھنے والوں نے اس کی یاد میں کیسا کیسا اچھا لکھا۔ ان تحریروں میں آنسوؤں کی نمی تھی۔ محبت کے غنچوں کی مہک تھی اور ذوالکفل اپنی تمام تر اچھائیوں سمیت چہک رہا تھا۔ اس کے دوستوں کی ہر تعزیتی تحریر پڑھنے کے بعد میری پلکوں کو خشک ہونے میں دیر ہوتی رہی لیکن میں نے ہر تحریر دو سے زیادہ مرتبہ پڑھی۔ لگتا تھا ذوالکفل کا آخری دیدار کر رہا ہوں۔